Registered L. No. 89

نور افشاں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

نمبر (۲۹) مطبوعہ ۱۵ جولائی ۱۹۰۴ء بروز جمعہ جلد (۳۲)

گلدستۂ اخبار

جاپان اور روس کی فوجیں بھاری تعداد میں جمع ہو رہی ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ برسات سے پہلے کوئی بھاری معرکہ ہوگا ٭ **سیول** کے شہروں کے درمیان پر سفر بھوت نکلا۔ لیکن اہل جاپان ابھی تک بیٹھے محفوظ ہیں ٭ **ٹنٹسن** سے خبر آئی ہے کہ ۲ جون سے ٹالنی پر جاپانی فوجیں جمع ہو رہی ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ پورٹ آرتھر تسخیر کیا جاوے۔ یہ حملہ پورٹ آرتھر پر کمال جوش سے کیا جاویگا۔ امید ہے کہ اس کا نتیجہ یکسو کرنے والا ہوگا ٭ **لیاؤ ٹنگ** میں روسیوں کی حالت۔ پیرس میں خبر پہنچی ہے کہ لیاؤ ٹنگ میں روسیوں کا پاسا ٹھیک نہیں ہے گو ان کو یہ بھی یقین دلایا جاتا ہے کہ روسی اس جگہ کو چھوڑے جا رہے ہیں ٭ **روسیوں کا نقصان**۔ رائٹر کا نامہ نگار چیفو سے اطلاع دیتا ہے کہ جنبی لوگ پورٹ آرتھر سے خبر دیتے ہیں کہ روسی آٹھ سو سے زیادہ میدان میں کام آئے۔ علاوہ اس کثیر تعداد کے دو اعلیٰ افسر بھی نشانۂ قضا ہوئے ٭ **سر تھڈن بلڈ** جو لارڈ کچنر بہادر کے ہاں چند روز سے ٹھہرے ہوئے تھے گذشتہ جمعہ کو شملہ سے راولپنڈی روانہ ہوئے ٭ **افسوس** کہ سر ولیم راٹگن نے حادثہ موٹر کار سے وفات پائی آپ کی عمر ۶۲ سالہ تھی اور ولایت گئے ہوئے عرصہ ۴ سال ہوا تھا۔ خبر ہے کہ موٹر کار پہلے سے ہی مرمت

طلب تھا لیکن مرحوم کو اس کی نسبت کوئی اطلاع نہیں دی گئی ٭ **سردار غلام محمد خان** بارکزئی سابق گورنر غزنی جنرل بہادر خان مرحوم کے اسمار میں مقرر کئے گئے ہیں۔ اسمار میں عہدہ کا چارج لیکر کنار و نعمان **کافرستان** کی بھی نگرانی کرینگے اور ان کو وسیع اختیارات دئے گئے ہیں ٭ **لفٹننٹ گورنر** بہادر پنجاب نے لالہ گیان چند صاحب ایڈیٹر و مالک وکٹوریہ پیپر سیالکوٹ کو علمی خدمات کے صلہ میں ۲۰۰ روپیہ انعام دیا ہے ٭ **مشن ہائی سکول** گوجرانوالہ میں بھی ایک کمرشیل اور کلریکل کلاس کھولی گئی ہے۔ پوری پوری امید ہے کہ گرد و نواح کے طلبار کو جو اس ہنر کو سیکھنے کے خواہاں ہیں بہت فائدہ پہنچے گا ٭ **امریکہ میں** ایک حبشی عورت نے امتحان بی۔ اے۔ پاس کر لیا ہے اور آجکل قانونی پیشہ شروع کر رکھا ہے۔ ہمارے ہندوستانی بھائیوں کے لئے یہ ایک اچنبہ کی بات ہوگی ٭ **فریدکوٹ** میں حضور قیصر ہند کی سالگرہ کی تقریب پر ۲۵ قیدی چھوڑے گئے ٭ **مشن کالج دہلی** کے طلبا نے آپس میں چندہ جمع کر کے جاپان کے مجروحین کے لئے ۲۰ روپیہ بھیجا ہے ٭ **گورنمنٹ پنجاب** نے طالب علموں کے وظائف کی ترقی کے لئے ۴ ہزار روپیہ منظور فرمایا ہے ٭ **ایک صاحب** نے بڑی چھان بین کے ساتھ تحقیقات کر کے بتایا ہے کہ اس وقت مختلف ممالک دنیا میں ۱۲ ہزار چار سو مختلف اقسام کے ٹکٹ جاری ہیں ٭ **ملیبار** میں ہزاروں لنگور پنکھا چلاتے ہیں یہ طریقہ ایک انگریز نے جاری کیا ہے ٭

نینی تال کی چھاؤنی روہیلکھنڈ ڈسٹرکٹ سے نکال کر اودھ ڈسٹرکٹ میں ملائی گئی ہے ٭ **روسیوں نے** ڈالنی سے بھاگتے وقت کنوؤں میں زہر ڈالدیا تاکہ قرب و جوار کے لوگ بغیر کسی دقت کے نشانۂ موت بنیں ٭ **خبر ہے کہ** پانڈیچری میں ماہ آیندہ کی ۳ کو ایک زراعتی اور صنعتی نمائش پرائیوٹ چندہ سے کھولی جائیگی اور تین روز برابر رہیگی ٭ **انگلستان** میں خوشی زیادہ تر اس وقت سمجھی جاتی ہے جب کسی کھیل میں کوئی بازی لے جائے ٭ **عدن کی خبریں** مظہر ہیں کہ گو سمالی لینڈ سے افواج کی واپسی کا حال ملا کو معلوم ہو گیا تاہم اس نے پھر کوئی مستعدی نہیں دکھلائی ٭ **امیر صاحب** کابل کے ایک اور معتمد جنرل میر عطا خان کے عارضہ دمہ سے جان بحق ہونے کی خبر آئی ہے ٭ **جاپانی** ہلاک شدہ اور مجروح سپاہیوں کے فنڈ میں جاپانی باشندگان کو آجتک ۳-۲-۱۳-۶-۵۰۷۰ روپیہ وصول ہوئے ہیں ٭ **لاہور** میں آجکل سخت گرمی پڑ رہی ہے مگر رات کے وقت خوشگوار ہوا بھی چل پڑتی ہے ٭ **امسال جون** میں بیرسٹروں کے امتحان میں ۱۲ ہندوستانی امیدوار کامیاب ہوئے ٭ **قیصر اور ملک معظم کی تقریریں**۔ ہمارے بادشاہ آجکل شاہ جرمن کے مہمان بن رہے ہیں۔ کیل کے مقام پر جو ہر دو تاجداروں نے تقریریں کی ہیں ان کا مدعا امن کو قائم رکھنا ہے ٭ **جنگ جاپان** بچے۔ مستورات اور بوڑھے لوگوں کو حکم دیدیا گیا ہے کہ وہ ولیدی وستاک کے مقام کو چھوڑ کر چلے جائیں کیونکہ وہاں پر ایک خونریز لڑائی ہونے والی ہے ٭

ایڈیٹوریل نوٹس

راحت و رنج

ہمارے افعال کے بواعث یا انجام راحت یا رنج ہوتے ہیں۔ اور یہی ہمارے افعال کے محرک ہیں یعنی انہیں کے سبب سے افعال عمل میں آتے یا اُنسے احتراز کیا جاتا ہے۔ یہہ قاعدہ نہ صرف افعال ہی کے متعلق ہے بلکہ اشیا کے متعلق بھی ہے۔ بعض اشیا ایسی ہیں کہ جن سے راحت پہنچتی ہے اور بعض ایسی ہیں کہ جنسے رنج پہنچتا ہے۔ ایک جذبہ انسان کو اس کے کسی فعل پر مصر کرتا ہے اور دوسرا اسکو کسی فعل سے احتراز کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اور ایسے ہی بعض افعال ہیں جنکا نتیجہ راحت ہوتا ہے اور بعض جنکا نتیجہ رنج ہوتا ہے۔ یہہ دونوں جذبے دنیا کے اندر بڑی ہی مخلوط حالت میں نظر آتے ہیں۔ ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل میں راحت اور رنج دونوں ملے ہوئے ہوتے ہیں مگر تقدم و تاخر کا سلسلہ ضرور ہوتا ہے۔ جب تک انسان زندہ ہے یہی سلسلہ راحت و رنج کے تقدم و تاخر کا برابر چلا جاتا ہے اور موت کے وقت ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ اُس سے آگے جاکر بہشت یا دوزخ میں ختم ہوتا ہے یہہ سلسلہ دین اور دنیا ہر دو میں یکسان پایا جاتا ہے۔ راحت و رنج کے اِسی سلسلہ کی بابت سقراط کہتا ہے۔ اے عزیزو! وہ کیسی عجیب شے ہے جسکو لوگ راحت کہتے ہیں! اور رنج کے ساتھ جو اُس کا نقیض معلوم ہوتا ہے کیسا حیرت افزا تعلق رکھتی ہے! وہ کسی انسان پر اکٹھی تو نہیں آتیں لیکن اگر کوئی ایک کا تعاقب کرے اور اسکو لیوے تو اغلب ہے کہ وہ دوسرے کے لینے پر مجبور ہوگا۔ گویا کہ وہ دونوں ایک ہی انجام پر متحد ہوکر خارج ہوتے ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر لقمان اِن سے واقف ہوتا تو اُنکی بابت ایک قصہ بنا ڈالتا کہ جب خدا نے اِن مخالفین کو باہم ملا دینا چاہا مگر ملا نہ سکا تو اُسنے اُن کے انجاموں کو باہم جوڑ دیا۔ اور اِس سبب سے جب کسی پر ایک بات واقع ہوتی ہے۔ تو دوسری بھی بالضرور اُسکی دنبالہ گیر بنتی ہے۔ اور ایسا ہی خود مجھکو بھی نظر آتا ہے۔ پہلے تو میری ٹانگ میں زنجیروں کے سبب سے درد تھا اور اب جبکہ زنجیریں اُتار دی گئیں اِس کے پیچھے راحت آتی ہوئی معلوم دیتی ہے (فائیڈوں ۶۰ ب و ج)

مذہب کا بھی یہی حال ہے خصوصاً مسیحی مذہب کا۔ کہ مسیحی کو پہلے دکھ اُٹھانا ہے تب سکھ ملیگا۔ اور اگر اب سکھ لیتا ہے تو ضرور موت کے بعد دکھ اسکی دنبالہ گیر ہوگی۔ خداوند مسیح کا یہی حال تھا اسکی بابت لکھا ہے کہ اپنی جان ہی کا دکھ اُٹھا کے وہ اسے دیکھے گا اور سیر ہوگا۔ اور مسیحیوں کی بابت مرقوم ہے کہ مبارک ہو تم جب میرے واسطے تمہیں لعن طعن کریں اور ستاویں ..... خوش ہو اور خوشی کرو کیونکہ آسمان پر تمہارے لئے بڑا بدلا ہے ؛

امریکہ کے بچوں کی تعلیم و تربیت

ہمارے لائق فائق اور مسیحی طبیعت پادری سی ای۔ فائیف صاحب حال پرنسپل مشن سکول لوہانہ نے ۱۸ جون کو مشن اسکول کے حال کمرہ میں امریکہ کے بچوں کی تعلیم و تربیت پر ایک نہایت عمدہ لکچر دیا جمیں انہوں نے گویا نقشہ کھینچ کر بتلا دیا کہ امریکہ میں بچوں کی تعلیم کے منازل گھر مدرسہ اور کالج ہیں اور اُستاد والدین اور مدرسین اور پروفیسران ہیں۔ گھر میں تعلیم کی چیزیں کل اثاث البیت اور نیچر کی چیزیں ہیں اور والدین خصوصاً والدہ اُستاد ہے۔ دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہہ ہے کہ وہاں کے غریب طالب علم جو مدرسہ یا کالج کے خرچ کے متحمل نہیں ہوسکتے وہ کسی نہ کسی طرح سے مثلاً کسی شخص کے بچوں کے پڑھانے یا مزدوری کرنے سے اپنا کالج کا خرچ مہیا کرتے اور بڑی محنت اور شفقت سے پڑھتے ہیں ؛

ہم اپنے ناظرین کو اور طلبا کو ان ہر دو امور کیطرف رجوع دلاتے ہیں کہ والدین پہلے اپنے بچوں کو گھر ہی میں اخلاقی اور علمی تعلیم دیں اور مدرسہ کے لائق کردیں دوسرے کہ طلبا جنکے والدین اُن کے مدرسہ یا کالج کے اخراجات کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ امریکہ کے طلبا کے نمونے پر چلیں اور دینی تعلیم کا کورس پورا کریں ؛

التماس

ہم اپنے نامہ نگاران سے ملتجی ہیں کہ جب وہ مضامین اخبار میں شایع کرنیکے لئے بھیجتے ہیں تو تین باتوں کا ضرور خیال رکھا کریں۔ اول یہہ کہ لکھائی صاف ہو اور روشن دویم تعصب اور سخت الفاظ سے پاک ہو سوم اگر اُنکے مضموں کے چھپنے میں دیر ہو تو بے صبر نہو جایا کریں ؛

ہمارے پاس اِس وقت ایک مضمون ایسا بدخط اور بے ربط ہے جسکے پڑھنے اور صحیح کرنے میں بڑی بھاری دقت ہے اس لئے وہ ایک بہت دیر میں چھپا۔ اور بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ جو مضامین پہلے آئے ہوئے ہوتے ہیں یا جن کے اندراج کی پہلے ضرورت معلوم پڑتی ہے وہ پہلے درج کئے جاتے ہیں اور باقی بعد میں رفتہ رفتہ درج کئے جاتے ہیں ؛

رنگون کے ایک مدراسی دوکاندار نے زیور کی طمع میں ایک ۸ سالہ لڑکے کو ذبح کر ڈالا۔ مفصل حالات حد سے زیادہ

مضامین

ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ مئی ۱۹۰۹ء پر ایک سرسری نظر

صفحہ ۱۶۰ پر یوں مرقوم ہے کہ "جب عیسائیوں کو سخت مشکلات کا سامنا ہوا تو انہوں نے اسی خیال سے ایک پرلے درجہ کا بیہودہ عقیدہ بنا لیا کہ ایک انسان باقی دنیا کے لئے خودکشی کرکے انکو نجات دیسکتا ہے اور خود انکی ساری لعنتیں اٹھا لیتا ہے اور جو نتایج سزا اور عذاب کے گنہگار دن نے بھگتنے تھے وہ خود بھگت سکتا ہے"۔

(۱) ہاں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہہ ایک پرلے درجہ کا بیہودہ عقیدہ ہے کہ ایک انسان باقی دنیا کے لئے خودکشی کرکے انکو نجات دیسکتا ہے وغیرہ۔ مگر یہہ تو عیسائیوں کا عقیدہ ہی نہیں ہے شاید مولوی صاحب اسوقت لکھتے ہوئے مسیحیوں کے عقیدہ کو جیساکہ بائبل شریف میں درج ہے فراموش کر گئے یا شاید تجاہل عارفانہ سے اس جگہ انہوں نے کام لیا ہے۔ ہر دو حالت میں مولوی صاحب کی حالت قابل رحم نظر آتی ہے اور ہم انکو صلاح دیتے ہیں کہ جب وہ کسی مذہب کے عقیدہ پر خامہ فرسائی ایسی طرح کریں تو اسکو صحیح طور پر سمجھا اور لکھا کریں ورنہ اسطرح سے تو اہل عقیدہ کا کچھ بھی نقصان نہوگا بلکہ خود مولوی صاحب ہی کی لیاقت اور واقفیت کا اندازہ ناظرین کو ہو جائیگا۔

(۲) واضح رائے شریف ہو کہ مسیحی لوگ مسیح کو محض انسان ہی نہیں مانتے بلکہ اسکو خدا کے مجسم اور کلمتہ اللہ مجسم مانتے ہیں جسکی تعلیم بائبل میں بالصراحت دیگئی ہے اور مسیحی مصنفوں کی تصنیفات میں علانیتہً بیان ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم مسیح کو محض انسان ہی مانیں تو ہمیں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ مسیح دیگر انبیا سے بڑھکر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی وہ دنیا کے گناہ اُٹھالیجانے کے قابل ہی ہوتا مگر چونکہ وہ خدا کے مجسم ہے اِس لئے وہ قادر ہے کہ دنیا کے گناہ اُٹھالیجاوے "اِس لئے کہ جو شریعت سے جسم کی کمزوری کے سبب نہ ہو سکا سو خدا سے ہوا کہ اُس نے اپنے بیٹے کو گنہگار جسم کی صورت میں گناہ کے سبب بھیجکر گناہ پر جسم میں سزا کا حکم کیا" (رومی ۸: ۳) اور کہ "خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخشا تاکہ جو کوئی اُسپر ایمان لاوے ہلاک نہووے بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاوے" (یوحنا ۳: ۱۶)۔

(۳) الفاظ خودکشی اور ساری لعنتیں اُٹھا لینے کے معنی ہم کسی گذشتہ پرچہ میں آپکی پیش نظر کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمادیں۔ ٹھیک ہے کہ کوئی شخص جو خودکشی کرے وہ خود گناہ گار ہے اور کسی نہج سے شریعت کی ساری لعنتیں اُٹھا نہیں سکتا اور نہی وہ دنیا تو درکنار اپنے ہی آپکو نجات دیسکتا ہے۔

(۴) یہہ عقیدہ عیسائیوں کا اپنا بنایا ہوا نہیں بلکہ وہی ہے جو بائبل شریف میں از آغاز تا انتہا مندرج اور مشرح ہے جسکا ذکر بھی ہمنے کسی گذشتہ پرچہ میں کردیا ہے۔

پھر ایڈیٹر صاحب سوال کرتے ہیں کہ اِس قسم کی تسلیم ماننے والوں کو اِس تعلیم سے فائدہ کیا ہوا؟ کیا وہ گناہ سے باز آگئے یا اُن کے گناہ بخشے گئے؟ یورپ کی حالت کو پیش کرکے وہ اس نتیجہ پر آگئے کہ یہہ مسئلہ ہی بے فائدہ ہے۔

سو واضح ہو جسطرح سے کہ ہند میں تمام لوگ عیسائی یا آریا یا مسلمان نہیں اسی طرح سے یورپ میں تمام لوگ عیسائی نہیں ہیں۔ اگر اس براعظم میں شرارت ہوتی ہے تو اِس سے ہم یہہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ مسیحی مذہب کے عقیدہ غلط ہیں مسیحی عقیدہ سے تو اُسی کو فائدہ ہوگا جو اسکو قبول کریگا اور مسیح کی صلیب اُٹھاکر روز بروز اُسکی پیروی کریگا۔ نہ تو یہہ عقیدہ اور نہ ہی کوئی اور مسیحی عقیدہ زناہ کاری اور شراب خواری کی تعلیم دیتا ہے بلکہ معاملہ بالکل برعکس ہے علاوہ اس کے انگلستان میں آجکل بہت کچھ اصلاح ہو رہی ہے اور آے دن سینکڑوں اور ہزاروں مسیحی ہوتے جاتے ہیں اور وہ دن آئیگا کہ ہر ایک زبان اِس مسیح مصلوب کا اقرار کریگی۔

(۲) وہ لوگ جو مسیح کے حکم کے برخلاف چلتے ہیں اپنی زبان حال سے ثابت کرتے ہیں کہ ہم مسیحی نہیں ہیں جو مسیحی ہے وہ ضرور مسیح کے حکم کے مطابق چلیگا۔ مگر یورپ کے لوگ ایسی چال چلتے ہیں جو مسیح کے حکم کے برخلاف ہے تو وہ عیسائی کہلانے کے لائق نہیں ہیں اور نہ ہم انکو مسیحیوں کی فہرست میں داخل کر سکتے ہیں اِس لئے مثال کے طور پر انکا ذکر درست نہیں ہے۔ اور جو حواریوں کی بابت آپنے خامہ فرسائی کی ہے سو واضح رہے کہ اُنکی تعلیم کا کورس ابھی تک پورا نہیں ہوا تھا۔ وہ بیشک کمزور تھے۔ انہوں نے ایسی حرکت کی جسکو ہم درست نہیں سمجھتے۔ اور خداوند مسیح نے بھی اُن سے کہا تھا کہ "تم جب تک عالم بالا کی قوت سے ملبس نہو یروشلم میں ٹھہرو"۔ اور وہ تسلی دینے والا جو روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجگا وہی تمہیں سب چیزیں سکھلائیگا اور سب باتیں جو کچھ کہ میں نے تمہیں کہی ہیں تمہیں یاد دلادیگا۔ اس سے مسیح نے انکی کمزوری کا اعتراف کیا اور بطور پیشین گوئی اسی رات جس رات کے وہ پکڑا جانے پر تھا یہہ فرمادیا تھا کہ تم سب مجھے اکیلا چھوڑکر بھاگ جاؤ گے۔ اور اگرچہ وہ مسیح کی موت کے بعد

تھوڑی دیر کے لئے حیران اور پریشان ہوگئے تھے اور یہہ انسانی فطرت کا تقاضا ہی مگر وہ ہرگز بے ایمان نہ تھے۔ وہ مسیح کے تمام وعدوں پر جو کہ سنے اپنی مصلوبیت سے پہلے کئے تھے اعتماد رکھتے تھے اور بعض باتیں ایسی بھی تھیں کہ وہ اپنی غلط فہمی کے سبب سے اسکو غلط سمجھے بیٹھے تھے۔ پس جب انکو طاقت ملی اور انکی تمام غلطیوں کی اصلاح روح القدس یعنی تسلی دینے والے سے ہوگئی تو پھر انہوں نے تسلیم کے لئے اپنا سر تک دیدیا۔ اور یہہ تو نو مرید کا قاعدہ ہی ہی کہ ابتدا میں کمزور اور ناتوان ہو۔ مگر جوں جوں وہ طاقت پاتا جاتا ہی توں توں وہ ایمان اور عمل میں بڑا ہی زور آور اور قوی بنجاتا ہی۔

(۳) جو شخص اس یکتا قربانی پر ایمان لاچکا ہی اس سے ضرور نیک اعمال صادر ہونگے کیونکہ ایمان ایک عمدہ اور پھلدار درخت کی مثال ہی جو کبھی بے پھل نہیں رہ سکتا اور مسیح پر ایمان لانا ایسا ہی جیسا کہ انگور کے درخت میں پیوند ہونا اور ویسا ہی پھل لانا چنانچہ خداوند مسیح نے فرمایا ہی کہ "تم مجھ سے الگ کچھ نہیں کرسکتے"۔ کیونکہ "ایمان بغیر اعمال مردہ ہی"۔ پس تم درخت کو اس کے پھلوں سے پہچان سکتے ہو اور ایسا ہی نام دیکھتے ہو۔

اور یہہ کوئی ٹھٹھے کی بات نہیں ہی کہ مسیح پر ایمان لے آؤ اور روز روز گناہ کرتے جاؤ اور ہمیشہ بخشش پاتے جاؤ۔ یہہ تو مسیح کو بار بار ذلیل کرنا اور مصلوب کرنا ہوگا اور یہہ نہایت ہی افسوسناک اور خطرناک بات ہی۔ مسیحیوں کو اس قسم کا ذرہ بھی شان گمان نہیں۔ یہہ تو دیدہ دانستہ گناہ کرنا ہوگا جسکی سزا زیادہ ہی۔

پس جہانتک ہم غور کرتے ہیں مسیح ہی کی قربانی ہی جس پر ایمان لانے سے ہم نجات پا سکتے ہیں یعنی گناہ کی سزا اور اس کے جرم اور نجاست سے پاک ہو سکتے ہیں۔ نفس کشی بھی اسی وقت انسان سے ہو سکتی ہی جب وہ مسیح پر ایمان لاویگا۔ وہ اوصاف حمیدہ جو حقیقی نفس کشی اور جان نثاری اور عبادت سے تعلق ہیں انکی فہرست متی کے ۵ و ۶ و ۷ ابواب میں بالتصریح مذکور ہیں۔ اس قسم کی پاکیزہ زندگی کسی مذہب میں نہیں ہی اور خصوصاً قرآن میں تو بالکل نرالا وہان تو اس فہرست کے برخلاف عمل درآمد ہوتا ہوا نظر آتا ہی۔ بھلا اس طریقہ سے انسان کی نجات کب ہو سکتی ہی جسمیں ہر قسم کے ظلم اور خرابی کی تعلیم ہو۔ ہم اسپر زیادہ لکھنا نہیں چاہتے کیونکہ اسپر بہت کچھ مسیحی بزرگوں نے لکھکر پبلک کے سامنے پیش کردیا ہی۔

پس ہم اپنے محمدی بھائیوں کو دل سے یہہ صلاح اور مشورہ دیتے ہیں کہ کسی دوسرے سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس سے ہم نجات پا سکیں" (اعمال ۴: ۱۲) آؤ۔ اور مسیح کی اس یکتا اور لاثانی اور کافی و وافی قربانی پر اپنا ایمان رکھو تو آپکا زہد اور تقویٰ اور نفس کشی بھی درست اور مقبول ٹھہرے گی ورنہ ساری عمر دکھ اور تکلیف میں بھی رہکر عاقبت آپکی خراب ہوگی والسلام۔

اڈیٹوریل ڈیپارٹمنٹ

لنڈن میں نئی قسم کے تکئے ایجاد ہوئے ہیں جن کی تاثیر یہہ ہی۔ کہ جس شخص کو نیند نہ آتی ہو وہ ان تکیوں کو اپنے سر کے نیچے رکھدے ۔ ایسا کرنے سے فوراً اس کی آنکھ لگ جاتی ہے کہتے کہتے ہیں ان نو ایجاد تکیوں میں ایک طرح کا تیل ہی جو کپڑوں کو خراب نہیں کرتا۔ اس کی تاثیر دماغ میں طراوت پہنچاتی ہی۔ اور خشکی دور ہوکر نیند آجاتی ہی۔ اکثر لوگوں نے ان تکیوں کی خوبیاں تصدیق کی ہیں۔

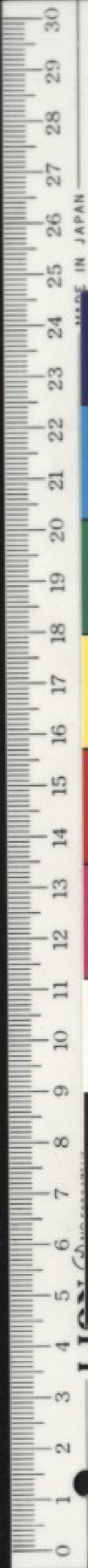
ستیارتھ پرکاش درپن

(۸۷) سوال

متی ۲۷: ۱۱۔۔۵۰ میں مسیح کی اس آزمائش کا بیان ہی جو حاکم کے روبرو ہوئی۔ اور اسکا صلیب پر چڑھایا جانا اور لوگوں کا اسکو طعنے مارنا اور کفر بکنا مذکور ہوا ہی۔ اور مسیح کے اپنی جان دینے کا بیان ہی۔ ان واقعات پر پنڈت دیانند نے یوں باتیں بنائی ہیں۔

(محقق) ہر موقعہ پر عیسیٰ کیساتھ ان بدمعاشوں نے بدسلوکی ہی کی۔ لیکن اس میں عیسیٰ کا بھی قصور ہی۔ کیونکہ خدا کا نہ کوئی بیٹا ہی نہ وہ کسی کا باپ ہی۔

(رہبر) پنڈت جی اور یہودیوں کا سردار کاہن اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ مسیح کا اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہنا سچ نہیں تھا اور قتل کے لائق کفر تھا۔ اور ان بدمعاش دشمنوں کی طرح آپنے بھی مسیح کے برخلاف ویسا ہی شور مچایا ہی۔ کیونکہ مسیح کے ابن اللہ ہونے میں کسی قسم کے ثبوت کی کمی نہیں اور صرف یہہ کہہ دینا کہ خدا کا نہ کوئی بیٹا ہی نہ وہ کسی کا باپ ہی صرف ایک بناوٹی فخر ہی۔ ناظرین غور کریں کہ کیا یہودی اور عیسائی اور عہد عتیق سے اور محمدی قرآن سے دکھلا سکتے ہیں کہ خدا نے اپنی خدائی کا کوئی ایسا بڑھکر ثبوت دیا کہ ویسا مسیح خداوند نے اپنے ابن اللہ ہونے کی بابت نہ دیا ہو۔ اور ویدوں کے ماننے والے ویدوں کے ۳۳ دیوتوں میں سے سب سے بڑا دیوتا یا خدا معین کریں اور دکھلاویں کہ اس نے اپنی خدائی بڑائی کے ایسے ثبوت دیئے جیسے مسیح نے انجیل میں اپنے ابن اللہ ہونے کے لئے دکھیے۔ اور یا مہابھارت اور بھاگوت پران میں کوئی ایسا ایشور یا ایشور اوتار دکھلاویں جس نے اپنے ایشور یا ایشور اوتار ہونے کے





ایسے ثبوت دیئے جو خدائی شان کے شایان اور بنی آدم کے لئے مفید ہوں۔ گو تم بدھ کو معذور رکھتا ہوں کیونکہ وہ کسی خدائے خالق کا قائل ہی نہ تھا؛

(محقق) جب حاکم نے پوچھا تھا تو مسیح سچ بیان کر دیتا؛

(رہبر) چونکہ مسیح لوگوں کے الزامون کا جواب نہ دیتا اور حاکم کے کہنے پر بھی کچھ جواب نہ دیا اس لئے پنڈت جی یہہ صلاح دیتے ہیں۔ سردار کاہن نے بھی مسیح سے جواب کے لئے کہا تھا لیکن اس موقعہ پر بھی اس نے کچھ جواب نہ دیا تھا (۲۶: ۶۲)۔ مگر کیا سبب تھا کہ خداوند لوگوں کے الزامون کا جواب نہیں دیتا تھا؛

(۱) اس لئے کہ گواہیاں جھوٹی تھیں اور اُن کی گواہیاں متفق نہ تھیں (مرقس ۱۴: ۵۶) ایسی حالت میں خاموشی جواب تھا؛

(۲) پلاطوس حاکم کو بھی معلوم تھا کہ انہوں نے اُسے حسد سے پکڑوایا ہے۔ (آیت ۱۷) اس لئے مسیح نے جواب نہ دیا۔ اور دوسرے یہودی خود جانتے تھے کہ اُن کے الزام آن کے اپنے بناوٹی الزام تھے (متی ۲۲: ۱۷ و ۲۱۔ اور یوحنا ۶: ۱۵)؛

(۳) سردار کاہن اور سارے صدر عدالت والے یسوع کو مار ڈالنے کے خواہان تھے۔ (۲۶: ۵۹) اور یہی لوگ مدعی بنے اور یہی گواہ اور منصف تو ایسوں کے سامنے عذرداری کرنا فضول تھا؛

(۴) معلوم ہوتا ہے کہ یہودی قلعہ کے اندر جہان پلاطوس ٹھہرا ہوا تھا نہیں گئے تھے (یوحنا ۱۸: ۲۸ و ۲۳) اور پلاطوس نے باہر نکلکر اُن کی باتیں سُنی تھیں۔ اور اُس شور و غل میں جو جو الزام یہودیوں نے قلعہ کے باہر کھڑے لگائے مسیح نے اُن کا کچھ جواب ندیا جیسا متی ر[illegible] نے لکھا ہے۔ اس پر پلاطوس نے تعجب کیا اور قلعہ کے اندر گیا اور یسوع کو اندر بلایا اور وہی سوال پھر کیا اور خداوند نے اُسکو جواب دیکر خوب سمجھا دیا کہ میں کس قسم کا بادشاہ ہوں (یوحنا ۱۸: ۳۳ تا ۳۷) یہہ حال سُنکر پلاطوس نے آکر یہودیوں سے صاف کہا کہ "میں اُس کا کچھ جرم نہیں پاتا۔ (مقابلہ کرو آیت ۱۸۔ اور یوحنا ۱۸: ۳۸)۔ اور سردار کاہن کے سامنے بھی جب اُس نے خدا کی قسم دیکر پوچھا تھا تو مسیح نے صاف کہدیا تھا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں اور اپنی اس حقیقت کو وہ پہلے طرح بہ طرح ثابت کر چکا تھا۔ اور ایک اور ثبوت کا انتظار کرنے کے لئے فرمایا (متی ۲۶: ۶۴) "میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھوگے"۔ اس میں خداوند نے اپنے عروج فرمانے اور پھر آنے کی پیشگوئی کی اور اس کی تکمیل پطرس رسول نے لکھی ہے (دیکھو ۱ پطرس ۳: ۲۲) اور اس آسمانی شان کا دیدار اُن کو مسیح کی دوسری آمد کے وقت ہو جائیگا (اعمال ۱: ۱۱) غرضیکہ مسیح خداوند نے تو سچا اقرار کیا لیکن وہ ڈاہ سے بھرے ہوئے یہودی اس بات کو قتل کے لائق سمجھے۔ اور پنڈت جی اُن کے ہمخیال ہیں جیسے آدم کے گناہ کرنے کے بارے میں بھی آپ نے استدلال کرنے کی کوشش کی تھی؛

مگر یہہ بھی یاد رہے کہ پلاطوس کے پھر اصرار کرنے پر کہ یسوع اُس سے بولے "کیا تو نہیں جانتا کہ مجھے تیرے چھوڑ دینے کا بھی اختیار ہے اور صلیب دینے کا بھی" (یوحنا ۱۹: ۱۰)۔ اُس کے جواب میں خداوند نے فرمایا تھا کہ "اگر تجھے اُوپر سے نہ دیا جاتا تو تیرا مجھہ پر کچھ اختیار نہ ہوتا۔ اس سبب سے جس نے مجھے تیرے حوالے کیا اُس کا گناہ زیادہ ہے" (آیت ۱۱)۔ اِس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ مسیح اپنے بچنے کے لئے کوئی عذرخواہی یا چارہ جوئی نہیں کرتا تھا اور نہ کرنا چاہتا تھا تاہم اُس نے پہلے سردار کاہن وغیرہ کے اور اب پلاطوس کے روبرو اُن کا اور پلاطوس کا جرم دکھلا دیا۔ مگر وے سب اپنی تقدیر کو نہ سمجھے اور نادانی اور ڈاہ سے مسیح کو قتل کے لئے حوالے کر دیا؛

(محقق) اگر عیسیٰ کے پہلے کئے ہوئے معجزے ٹھیک اور درست ہوتے تو چاہئے تھا کہ اب بھی صلیب پر سے اُتر کر سب کو اپنا پیرو بنا لیتا۔ اور اگر وہ خدا کا بیٹا ہوتا تو خدا بھی اُسکو بچا لیتا۔ اور اگر وہ صاحب کرامت ہوتا تو چلا چلا کر کیوں جان دیتا؛

(رہبر) ایسا ہی کفر تو وہ سردار کاہن وغیرہ بھی بولتے تھے مگر اُس زندگی کے مالک نے ان باتوں کی کچھ پروا نہ کی اور کیون اُن یہودیوں و پنڈت جی کی مرضی اور طعنہ زنی کے مطابق صلیب پر سے اُتر کر اپنی جان نہ بچائی؟ اِس لئے نہیں کہ خداوند صاحب کرامت نہ تھا۔ اس کے معجزوں کا تو وہ دشمن اپنے طعنوں میں بھی اقبال کر رہے تھے لیکن؛

(۱) اس لئے پروا نہ کی اور اپنی جان بچانے کے لئے معجزہ نہ کیا کیونکہ وہ پہلے اظہار کر چکا تھا کہ "ابن آدم اس لئے آیا ہے کہ اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے" (متی ۲۰: ۲۸)؛

(۲) اس لئے کہ وہ اپنا یہہ اختیار و قدرت بھی جتا چکا تھا کہ "میں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ اُسے پھر لوں . . . . . مجھے اُس کے دینے کا بھی اختیار ہے اور اُس کے پھر لینے کا بھی اختیار ہے" (یوحنا ۱۰: ۱۷ و ۱۸) پس اگرچہ یہودی اور پنڈت دیانند صرف نادانی اور ڈاہ سے ایسی طعنہ زنی کر گئے مگر خداوند اُنکی باتوں کو مانکر اپنے اس قدرت و اختیار کو کب اور کس طرح ثابت کرتا؟ اس لئے اُس نے ان کینہ ور بے وقوفوں کی بات کی پروا نہ کی۔ اور خدا باپ

نے بھی اپنے پیارے بیٹے کو صلیب پر سے نکلیا اور صلیب کا زور چل گیا کیونکہ خدا نے جہان کے لئے اپنا پیارا بیٹا بخش دیا تھا اِس لئے اب اُسکو چھڑانے کا وقت نہیں تھا۔ چھڑانے کا وقت تیسرا دن تھا اور وہ بہت دور نہیں تھا؛

(۲) اگرچہ وہ تمام تکلیفیں مسیح پر خدا کے ٹھہرائے ہوئے ازلی ارادہ کے مطابق وقوع میں آئی تھیں جیسا خداوند نے خود پطرس کو جتایا تھا مگر اُن سب میں مسیح کے حق میں خدا کی ناراضگی کی کوئی خاص ظاہرا وجہ نظر نہیں آئی تھی یعنے کوئی ایسی بات ظاہر نہ ہوئی تھی جس سے بموجب پیشگوئی کے وہ خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہوا ظاہر ہوا (یسعیاہ ۵۳: ۴)۔ لہذا وہ اندھیرا چھا جانا اور اُسمیں مسیح کا چلانا اِس بات کی علامتیں تھیں کہ حقیقت میں خدا نے اُسکو چھوڑ دیا تھا کہ اگرچہ وہ بے گناہ تھا تو بھی چونکہ گنہگاروں کے بدلے میں تھا اِس لئے ایک مجرم کی طرح مارا جاتا تھا مسیح خداوند گنہگاروں کے بدلے ایک گنہگار کی طرح سزا پا رہا تھا اور اُن علامتوں سے ظاہر ہوا کہ خدا کی عدالت اُس پر اُسی طرح وارد کی گئی جسطرح عدالت کے دن گنہگار بے ایمانوں کی حالت ہوگی (متی ۲۴: ۲۹۔ مکاشفہ ۶: ۱۶)۔ گویا خدا نے بھی اُسپر فتویٰ دیکر اُسکو دکھ اور موت کے مونہہ میں چھوڑ دیا۔ اور مسیح نے اِس جدائی کی بھی برداشت کی اور نہ لوگوں کے طعنوں اور نہ اِس جدائی کے سبب خدا پر سے اپنا بھروسہ زائل کیا۔ بلکہ یہہ کہا اَے میرے خدا ہر حال اِن انسانی اور الٰہی دکھوں کا وار اُسپر اُن باتوں کے سبب آیا اور خداوند نے انکو اپنے اُوپر آنے دیا جنکا پیرا (۱) و (۲) میں بیان ہوا ہے؛

(۳) انسان کی عادت ہے کہ جب کوئی کام اپنی مرضی کے موافق وقوع میں نہ آوے۔ اپنی آرزو یا دعا پوری نہ ہووے تو دعا کے سننے والے اور آرزو پورا کرنے والے کی طاقت پر شک لاتے ہیں کہ اُسمیں ایسا کرنے کی قدرت ہی نہیں ہے ایسے خیالوں میں پڑکر بہتیرے خدا سے بے ایمان ہو جاتے ہیں اور اُسکی اور مہربانیوں کو بھول جاتے ہیں۔ اور خدا کو اپنی غرض پوری کرنے کی گنجایش نہیں دیتے چنانچہ لعزر کے مرنے پر بعض یہودیوں نے یہہ کہا کہ کیا یہہ شخص جسنے اندھے کی آنکھیں کھولیں یہہ نہ کر سکا کہ یہہ شخص بھی نہ مرتا؟ (یوحنا ۱۱: ۳۷) لیکن وے نہ سمجھے کہ اُسکو مرنے نہ دینے میں خدا کا جلال اِس طرح ظاہر نہ ہوتا جسطرح اُسکی لاش کو زندہ کرنے سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ (مقابلہ کرو آیت ۱۵ و ۴ و ۲۵) یہی سبب تھا کہ اپنے صلیب دیئے جانے میں بھی خداوند نے تمام اذیتوں کی برداشت کی اور موا تاکہ صلیب پر سے اُترکر نہیں لیکن مُردوں میں سے زندہ ہوکر اپنے تئیں خدا کا بیٹا ثابت کرے (رومیوں ۱: ۴) اور مُردوں میں سے زندہ ہوکر اُس نے اوروں کے لئے یہہ برکت ثابت کی کہ وہ ضرور بالضرور کفارہ دینے والی موت موا تھا تاکہ گنہگاروں کو راستباز ٹھہراوے (رومیوں ۴: ۲۵)۔ پس پنڈت جی کا اعتراض یہودیوں کے اعتراضوں کے ساتھ اُسی زمانہ میں رد ہو چکا تھا؛

راقم

پادری۔ جی ایل ٹھاکرداس

"ناآزمایا ہوا شخص زندہ رہنے کے لائق نہیں" معذرت نامہ سقراط؛

"اعلی خوشیں شریفانہ عملوں پر غور کرنے سے آتی ہیں" ڈیموکریٹس ۱۷۱ وان پارہ۔

"صرف وہی خدا کے پیارے ہیں جو ناراستی سے نفرت رکھتے ہیں" ڈیموکریٹس ۱۰۹ پارہ۔

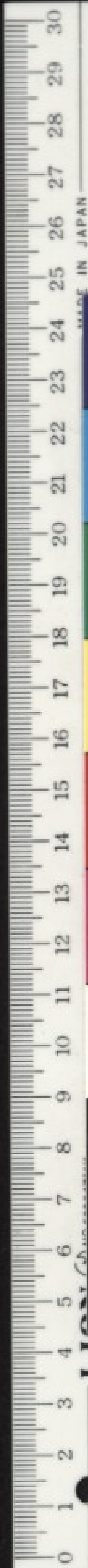
خداوند یسوع اپنے شاگردوں کو منادی کرنے کیواسطے دو دو کرکے بھیجتا ہے

(سلسلہ کیلئے دیکھو یکم جولائی کا پرچہ)

۱۔ تکلیف یا بیماری کے وقت۔ ایک مناد جب اکیلا اپنے بال بچوں کے ساتھ ایک گاؤں میں مقیم تھا تو اُس کا ایک بچہ سخت بیمار پڑا رات دن ایسی مصیبت میں وہ دونوں میاں بیوی آنسو بہاتے تھے اور کوئی انکا مددگار نہ تھا۔ نہ دوا لانے والا۔ نہ تسلی دینے والا۔ پھر جب وہ بچہ گذر گیا۔ وہ اِس بچہ کو گود میں اُٹھاکر باہر لیگیا۔ خود اُسکی قبر کھود دی۔ اور آنسوؤں کے ساتھ اسکو دفن کیا۔ کیا اگر دوسرا اُس کے ساتھ ہوتا تو اُسکو تسلی نہ دیتا اور اُس کے بچے کے واسطے قبر نہ کھودتا؟ ایک دفعہ میں ایک مناد کے گھر گیا جو اکیلا ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ اسکو بخار چڑھا ہوا تھا۔ جب میں رخصت ہونے لگا اُس نے میری منت کی کہ بھائی مہربانی کرکے دو دن ٹھہر جاؤ۔ اِس بخار میں یہاں کون مجھے پانی دیگا۔ اور کون ہے جو بازار سے میرے واسطے کچھ کھانے کو لا دیگا یا بہشتی کو پانی لانے کیواسطے کہیگا۔ میرا دل بہت گھبراتا ہے۔ وغیرہ؛

چونکہ میں نے ۱۵ برس جابجا اکیلے ہی رہکر دیہاتوں میں اپنا گذارہ کیا ہے۔ میں خوب اِن تکلیفوں سے واقف ہوں۔ اور ساری کیفیت لکھنے کی میرے قلم میں قوت نہیں ہے اور نہ پڑھنے والے کو ہمت ہوگی؛

۲۔ کام میں کوتاہی۔ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جب سامعین بہت جمع ہو جاتے ہیں اور دل لگاکر سنتے ہیں مناد کی قوت ختم ہو چکتی ہے گلے میں خراش پڑ جاتی ہے بولنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔ ایک





مرتبہ جب ہمارے پریسبیٹیرل مشنری۔ پادری۔ کے۔ بی۔ سرکار صاحب بانگر میں دورہ کرتے تھے۔ بارہا ایسے موقع ہوئے۔ کہ رات کے دس بجے اور بارہ بجے تک لوگ سنجیدہ خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ اور اگرچہ کئی مناد تھے تو بھی کہنا پڑا کہ بھائیو اب جاؤ کل پھر سنائینگے اور وہ کہتے تھے اور سناؤ اور سناؤ۔ اب بتایئے کہ اُس اکیلے کی کیا حالت۔ اور کام کا کیسا ہرج ہوتا ہے جو اکیلا ہی گاؤں میں رہتا ہو ؛

اگر مناد کی طبیعت میں سستی پیدا ہو جائے تو کون اُسکو وہاں ترغیب دیگا اور یہ ناممکن نہیں ہے۔ کسی جگہ پر ایک پادری صاحب کے ماتحت کئی مناد نوکر تھے صاحب موصوف برابر اُن منادوں کو ہمیشہ منادی کو جایا کرتے تھے۔ سنیچر کے روز صاحب نہیں جایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک مناد اُن میں سے اپنے ایک ہم خدمت کے پاس گیا۔ اور کہا بھائی چلو منادی کو تو جواب ملا۔ یار آج تو پنشن کھاؤ۔ آج تو بڈھا نہیں جائیگا۔ ایک جگہ ایسا دستور تھا کہ ماہواری رپوٹ کام کی تیار کرنیکا دستور تھا۔ مناد نے کتاب مفتاح الکتاب لیکر ایک نقشہ تیس دن کا تیار کیا۔ اور تاریخیں لکھکر۔ باب اور آیات اِس کتاب میں سے لکھکر اُن کی آن میں مہینہ کا نقشہ تیار کرکے رپورٹ تیار کردی۔ اگر روزانہ کام کیا ہوتا اور اپنے کام کی روزانہ رپورٹ نوٹ بک میں درج کی ہوتی تو ایسا کرنے کی ضرورت نہ ہوتی ؛

اکیلے مناد کو بدصحبت اور امورات قبیحہ میں مبتلا ہونیکا بڑا خوف ہوتا ہے۔ کسی گاؤں میں ایک مناد رہا کرتا تھا۔ جو چوپڑ کھیلنے کا ایسا شوقین تھا کہ دن بھر غیر اقوام کے لوگوں میں بیٹھکر چوپڑ کھیلا کرتا اور رات کے وقت یہی شغل اپنی بیوی صاحبہ کے ساتھ رکھتا بعض اوقات کھیل میں لڑائی بھی ہو جاتی ؛

علاوہ ازیں اکیلے مناد۔ شطرنج گنجفہ۔ اور کتابیں قصہ کہانیوں کی مثلاً۔ حاتم طی۔ باغ و بہار۔ فسانہ عجائب۔ بہار دانش وغیرہ کے شغل میں مبتلا رہتے ہیں۔ اگر دو ہوں تو ایک کو دوسرے کا خیال رہتا ہے اور ایک دوسرے کو ترغیب بھی دیتا رہتا ہے ؛

اور اگر کوئی مناد مجرد ہو تو وہ تو نہایت ہی خوفناک حالت میں رہتا ہے۔ اکثر دنیا میں ایسا بھی ہوا ہے کہ مجرد مناد اکیلے ہونیکی وجہ سے مرتکب امورات ناگفتنی کے ہو گئے ہیں۔ کیونکہ اکیلی بھیڑ کو بھیڑیا آسانی سے کھا لیتا ہے۔ اور مبارک کام کی بدنامی ہوتی ہے ؛

نہ تو خدا باپ نے انسان کو اکیلا رکھنا مناسب جانا اور نہ یسوع مسیح نے۔ نہ رسولوں کا ایسا دستور تھا۔ تو بھی فی زمانہ اکثر ایسا مناسب سمجھا جاتا ہے۔ پر کہیں نتیجہ بہتر ہوتا اور نہ متصور ہو سکتا۔ اور نہ ممکن ہی ہے کیونکہ مالک ہی نے بہتر نہیں سمجھا ؛

اخبار نور افشاں کے ہر ایک مشنری صاحب کی توجہ کو اِس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں خواہ وہ کسی فریق کے کیوں نہ ہوں کہ مناد کو اکیلے کسی گاؤں میں رکھکر اِس کام میں ترقی نہیں ہوگی بلکہ تنزلی در اکثر اوقات بجائے مبارک نام کی عزت کے بدنامی اور بے عزتی ہوگی یسوع نے جنے آپکو اِس خدمت پر مقرر کیا ہے کہ آپ اُس کے ایلچی ہوکر منادوں کو بھیجیں خود دو۔ دو۔ کرکے بھیجے۔ تب وہ خوشی سے لوٹے اور اپنے کام کی کامیابی کی رپورٹ خداوند کو دی۔ بہت اسٹیشن کھولنے میں ترقی نہیں پر خداوند کی مرضی پر چلنے میں ترقی اور کامیابی ہے ؛

راقم
جے بینوئل ستو کھا جرہ

مراسلات

نور محمد اور ماسٹر آتمارام آریہ کی گفتگو

(جناب اڈیٹر نور افشاں صاحب)

تسلیم۔ مزاج شریف۔ واضح رہے۔ کہ مورخہ ۲ اپریل سالانہ جلسہ آریہ سماج ملتان میں اِس احقر کی تقریر ازلیت مادہ پر ہوئی تھی جسکی جوابدہی میں ماسٹر آتمارام شریمان امرتسری مترجم ستیارتھ پرکاش کوشاں تھے۔ مگر ماسٹر ممدوح نے اُس کا جواب ایک رتی بھر بھی نہ دیا۔ اور جو تقریر جناب ماسٹر صاحب نے میرے مقابلہ میں فرمائی تھی وہ سراسر لغو اور لچر تھی جسکا بیان مضمون ذیل میں کرونگا۔ مگر افسوس آریہ کے اِس انصاف پر جو انہوں نے اخبار پرکاش مطبوعہ مورخہ ۷ یا ۱۰ مئی (ریتہ درست نہیں) ۱۹۱۴ء میں کیفیت جلسہ کے بیان کرتے ہوئے یوں تحریر فرمائی ہیں کہ منشی نور الدین صاحب (احقر کاتب الحروف) اور ماسٹر آتمارام شریمان کی تقریر ازلیت مادہ پر ہوئی تھی۔ جو جو اعتراض منشی نور الدین نے کئے تھے سو اُنکا جواب ماسٹر صاحب نے عالمانہ طور پر دیا ہے۔ پس میں اخبار مذکور کا مطالعہ کرتا ہوا اِس نقطہ پر پہنچا کہ ماسٹر نے عالمانہ طور پر جواب دیا۔ تو سخت افسوس ہوا کہ یہ لفظ محض بے موقع اور بیجا استعمال کیا گیا ہے۔ بدیں وجہ کہ ماسٹر صاحب نے میرے اعتراضات کا جواب کوئی بھی نہیں دیا۔ اور جو کچھ ماسٹر صاحب نے تقریر کی تھی کسی ذیعقل کے روبرو قابل اعتبار نہیں اور نہ ہی کچھ وقعت رکھتی ہے چنانچہ جب میں جلسہ گاہ سے بعد فراغت تقریر باہر نکلا تو اکثر لوگوں

کی زبان سے یہی صدا آتی تھی کہ ماسٹر صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ میں جب معمولی سیر کرنے کو جا رہا تھا تو اتفاقاً ایک آریہ سماج کا ممبر جسکا نام سوہن لال یا سوتو لال تھا (ٹھیک یاد نہیں)۔ لال گلے خان کے باغ کے قریب ملا بعد ملاقات یوں بات چیت ہونے لگی کہ مولوی صاحب آپ کی تقریر بہت محظوظ اور فیلسوفانہ تھی۔ اور زبردست اعتراضوں کا مجموعہ ہونے کے علاوہ موثر اور حق نما تھی۔ اگر آپ ایسی جگہ پر ہوتے جہاں اکثر لکچر دینے کا اتفاق ہوتا ہے۔ امید ہے کہ آپ بہت ترقی حاصل کرتے باوجودیکہ آپ بہت ہی کم عمر ہیں اور گو میں آریہ سماج کا ممبر ہوں تو بھی انصاف کو مد نظر رکھتا ہوا ان الفاظ کے استعمال کرنے سے نہیں بھاگتا کہ ماسٹر آتما رام نے آپ کے اعتراضوں کا جواب قابل اعتبار تو بجائے خود نہیں دیا، ایسی طرح بہت لوگ سناتن دھرمی بھی قائل ہوئے ہیں کہ ماسٹر آتما رام نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب انصاف کرنا چاہیے کہ فقرہ مذکورہ کا (یعنی عالمانہ طور پر) استعمال بجا ہے یا نہیں۔ سراسر سچ علی الکذب والا طرزی ہے۔ لہذا عرض پرداز ہوں کہ مضمون ذیل بھی اس چٹھی کے ساتھ ہی شائع نور افشان کریں کیونکہ پبلک میں انصاف ہونا چاہیے ہمیشہ آپکا ممنون اور احسان مند رہونگا (آپکا خیر خواہ فدوی نور محمد ساکن کنجہ)

(آریا کے تثلیث)

میں نے آریہ سماج ملتان چھاؤنی سے ایک چٹھی اس بارے میں لی تھی کہ وہ اپنے سالانہ جلسہ میں پبلک کے سامنے میرے اعتراضات جو ازلیت روح اور مادہ پر ہیں جواب تسلی بخش عنایت فرماویں اور جواب بھی تحقیقی ہووے تو آریا سماج مذکور الصدر نے بمشکل اس بات کو تسلیم فرمایا مگر قبل از تسلیم اس بات پر زور دیتے رہے کہ آپ پرائیویٹ طور پر اعتراض کریں اور جواب لیویں چنانچہ بابو مدن لال صاحب فوٹوگرافر چھاؤنی ملتان سے بہت وقت تقریر ہوتی رہی آخر کار جب آریہ صاحبان نے دیکھا کہ بابو صاحب قاصر ہوتے جاتے ہیں تو حسب مدعا احقر سالانہ جلسہ پر ملتوی چھوڑ دینے کا پہلو بدلا جب جلسہ سالانہ کی تاریخ آگئی تو بندہ حسب وعدہ دھرم چرچا کے روز جہاں جلسہ منعقد تھا پہنچ گیا۔ تو جناب سیکرٹری صاحب نے یوں فرمایا کہ اگر منشی نور محمد ہو دیں تو پہلے وہی تقریر کے مستحق ہیں۔ فوراً سنتے ہی میں میز مناظرہ پر گیا اور یوں شروع کیا (کہ خدا کے نام کی حمد ہو) تو کانشی رام صاحب وکیل پریزیڈنٹ بشدت کانپ اٹھے۔ کہ حمد کی کچھ ضرورت نہیں دلیں مجھے بہت ہی افسوس آیا یہاں تک کہ میرے بدن پر تمام پسینا آگیا خیر میں نے کہا کہ یہاں خدا کی جگہ نہیں بلکہ ممبران سماج کی جگہ ہے تو فی الحال میں نے تقریر ذیل کو شروع کیا۔

(نور محمد) قبل ازان کہ میں تقریر شروع کروں یہہ مناسب سمجھتا ہوں کہ چند شرائط جو مصلحتہ طرفین کے لئے مخصوص اور ملحوظ ہیں بیان ہوویں (ا) میں متلاشی ہوں جواب تحقیقی دینے مناسب ہیں (ب) تقریر سلیس اردو ہونی چاہیے کیونکہ میں سنسکرت سے معرا اور میرے مناظر صاحب عربی سے معرا ہیں (ج) الفاظ مہذبانہ ہوویں جس میں طرفین کی ہتک نہ ہو (د) جس کتاب کا حوالہ دینا ہو تو عمدہ طور پر اسکا صفحہ اور سطر دوسرے مناظر کو سمجھا دینا ضرور ہوگا۔ مزید بران اگر ایسی زبان کے الفاظ ہیں جو فقط مقرر ہی سمجھتا ہو تو ضرور ہی ہوگا کہ دوسرے مناظر کو ان کے معانی اور ترجمہ سے ٹھیک ٹھیک طور پر واقف کرا دیویں کیونکہ پھر موقع نہ رہے کہ تو نے نہیں سمجھا یا میں نے نہیں سمجھا۔

(سوال) خدا نے دنیا کو کس چیز سے پیدا کیا۔

(ماسٹر) پہلے جواب دینے سے میرے بھائی صاحب یہہ فرماویں کہ خدا کو مانتے ہیں یا نہیں پھر جو بیان فرماتے ہونگے۔ دنیا کی تعریف بھی بیان فرماویں۔ کہ میرے بھائی دنیا کس چیز کو کہتے ہیں پھر جواب دینے میں کوشش کیے جاونگے۔

(نور محمد) میں ماسٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے تئیں میری سامنے نیک ظنی سے پیش کیا کیونکہ آپ نے مجھے اپنے خیال کے مطابق دہریہ مقرر کیا۔ خیر اسمیں کوئی مضائقہ نہیں ہے جناب من کوئی چیز یا کوئی فرد موجودات خواہ حیوانات سے ہوویں یا نباتات اور جمادات سے ہوں کسی طرح یا کسی طور پر خدا واجب الوجود کا انکار نہیں کر سکتے۔ مگر صرف تعبیر ہی کا فرق ہوتا ہے کوئی اللہ کہتا ہے کوئی رام کہتا ہے بفرض محال اگر ان ہی لیا جاوے کہ کوئی فرد ممکنات خدا کا انکار کرتا ہے مگر پہہ بھی اسکو کسی نہ کسی طرح ضرور اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ ایک طاقت ہر گو سلسلہ موجودات میں ہے ہم صاف طور پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ بائیں ہاتھ سے دائیں کان کو ہاتھ لگاتا ہے کیونکہ جس پر وہ لفظ طاقت کا اطلاق کرتا ہے وہی خدا واجب الوجود ہے۔ دیکھو مثلاً جہان کو ایک ایسی ہستی ملی ہے کہ جسکا احاطہ تمام موجودات سے بڑا ہے کوئی فرد موجودات ایسا نہیں پایا جاتا جو حیطۂ وجود سے خارج ہو۔ سب موجودات اسی وجود کے جال میں پھنسی ہوئی ہے اور یکسان ہستی رکھتی ہے۔ (ہستی سے مراد عمر نہیں ہے) اور انسان جو اشرف المخلوقات ہے وہ بھی ایک چیونٹی پر جو ننھی سی جان ہے۔ فخر نہیں کر سکتا۔ کہ میری ہستی نرالی ہے بلکہ دونو کو دیوار موجودہ نے گھیر رکھا ہے۔ بس ہم ضرور اسی سیڑھی سے عبور کرتے ہوئے اس جگہ تک پہنچ جاویں جہان اس ہستی کا مبدا فیاض یا سرچشمہ ہے جو خود بخود جاری اور اپنی ہستی کا آپ سبب ہے۔ کیونکہ جو خود بخود جاری

ہوتا ہے۔ وہ بالکل قابل تغیر و تبدل ہی ہوتا اب ہم سوچتے ہیں کہ وہ سرچشمہ کون ہے جو قابل تغیر نہیں تو ضرور ہم کہینگے کہ وہ واجب الوجود یکتا خدا ہے جسکو ہم خدا یا اللہ بولتے ہیں۔ ہم یہہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی موجودات میں سے جو ممکنات سے ہو وہی سرچشمہ یا مبدا فیاض ہے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آن یا طرفۃ العین میں ہزارہا تبدیلیاں واقع ہو جاتی ہیں۔ اب صاف طور پر اس شکل اول کے استعمال کرنے سے واضح ہوتا ہو کہ دنیا یعنی ممکنات حادث (یعنے غیر قدیم) ہو ہم کہتے ہیں کہ جہان متغیر ہو اور ہر متغیر حادث ہو۔ حد اوسط کے ساقط کرنے سے جو لفظ (متغیر) کا ہو صاف یہہ نتیجہ نکلتا ہو کہ جہان حادث ہو۔ جب صاف معلوم ہوا کہ جہان حادث ہو (یعنے غیر قدیم) بس کوئی ایسی طاقت ضرور ماننی پڑیگی کہ جس سے یہہ تبدیلی یا تغیر واقع ہو رہا ہو حاصل کلام ہم اسکی شے سے انکار نہیں رکھتے۔ خواہ کسطرح کیوں نہ مانیں جیسا کہ کسی بزرگ کا مقولہ ہو رہنیت کسی را بقدر ہمت اوست۔ اب امید تو ہی کہ میرے بھائی صاحب ناظر کو خدا یہہ خوب یقین ہونے کے علاوہ اسپر واضح ہو گیا ہوگا کہ میں (دہریہ) نہیں ہوں باقی رہی یہہ بات کہ دنیا کی کیا تعریف ہو۔ سو دنیا ماسوا اللہ کا نام ہو یعنے جو خدا کا غیر ہو اسکو دنیا کہتے ہیں ؎

(ماسٹر صاحب) بھائی صاحب نے فرمایا کہ میں دہریہ نہیں ہوں۔ کیونکہ کوئی طاقت ضرور ہے جسکا حیوانات جمادات وغیرہ وغیرہ انکار نہیں کر سکتے اور انہوں نے دنیا کی تعریف ماسوا اللہ بتلائی ہو ماسوا اللہ کے دو حصہ ہیں ایک وہ جو ظاہر طور پر نظر میں نہیں آتا دوسرا وہ جو نظر آتا ہو۔ جو دیکھنے میں آتا ہو۔ پرکرتی ہو جسکا ترجمہ خاص لفظ میں نہیں ہو سکتا۔ جو نہیں آتا وہ روح ہو۔ سوال یہہ تھا کہ دنیا کو کس چیز سے پیدا کیا۔ تو دنیا بغیر روح اور مادہ کے اور کچھ نہیں ہو۔ پس اسکا خلاصہ یہہ ہوا کہ روح اور مادہ کو کس چیز سے پیدا کیا سو اس کا جواب یہہ ہو کہ روح اور پرکرتی دونو مخلوق ازلی ہیں۔ جیسا پرمیشور ازلی ہو اسیطرح یہہ دونو بھی انادی ہیں۔ جب انادی ہوئی تو یہہ سوال کرنا کہ کس چیز سے پیدا کیا بیجا ہے (پیدائش کے معنے ترتیب دینے کے ہیں) ؎

(خود مجیب) ماسٹر صاحب نے دنیا کو دو حصوں میں تقسیم (الا متغیر کیا) ہو یعنے روح اور مادہ میں لیکن ان حصہ اور تقسیم سے یہہ بات صاف طور پر واضح ہو گئی کہ دنیا موجودہ حالت میں مرکب نہیں ہو بلکہ جوں کی توں مادہ اور روح رہی جسکو ماسٹر صاحب قدیم اور انادی مانتے ہیں۔ کیونکہ اگر ماسٹر صاحب دنیا کے مرکب ہونے کے قائل بھی ہوں۔ پھر ایک تو اپکی تقسیم غلط کیونکہ دنیا فقط روح اور پرکرتی کا نام نہیں ہے بلکہ ان سب کے مجموعہ کا نام ہو۔ دوسرا مرکب مان کر دنیا کو قدیم ماننا یہہ بھی بعید از عقل ہو کیونکہ ترکیب اور حدوث (یعنے قدیم نہ ہونا) آپسمیں لازم اور ملزوم ہیں۔ دیکھو مٹی اپنے انفرادی (یعنے حالت علیحدگی) حالت میں جو ظاہری طور پر معلوم ہوتی ہو۔ مرکب نہیں ہو۔ اور نہ کمہار سے یہہ سوال کر سکتے ہیں کہ مٹی کس چیز سے ہی مگر جب اس مٹی کا کوئی برتن بناؤ تو یہہ سوال کرنا بجا ہوگا۔ کہ یہہ برتن کس چیز سے بنا اور یہہ جو یہہ کہا ہو کہ مرکب اور حدوث آپسمیں لازم اور ملزوم ہیں۔ سو اسکا مطلب یہہ ہو کہ جہاں مرکب ہوگا وہاں حدوث بھی ضرور پایا جاویگا اور یہہ ضرور نہیں ہو کہ جہاں حدوث ہو وہاں مرکب ہونا بھی پایا جائے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ روح اور پانچ عناصر میں حدوث تو پایا جاتا ہو (غیر قدیم ہونا) لیکن مرکب ہونا نہیں پایا جاتا مثلاً انسان اور حیوان (حیات و زندگی) آپسمیں لازم ملزوم ہیں۔ یعنے جہاں انسان پایا جاتا ہو وہاں زندگی یا حیوان ضرور ہوگا۔ اور یہہ ضرور نہیں ہو کہ جہاں حیوان ہو وہاں انسان بھی ضرور پایا جائے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ گدہا اور بیل وغیرہ حیوان ہیں لیکن انسان نہیں غرض لازم ملزوم ہونے سے مراد یکطرفہ لزوم ہو جیسا کہ ہو بیان ہو چکا ہو۔ باقی رہی دلیل کہ مرکب کو کیوں حدوث لازم ہو۔ سو اسکی دلیل یہہ ہو کہ مرکب مختلف جواہر سے مرکب ہوتا ہو۔ یعنی ہر ایک جوہر اپنے اصلی مرکز کا خواہاں ہوتا ہے اب اس حالات میلان میں کوئی چیز خارجی جو ایک جوہر کی ہمسایہ اور دوسرے کی مزیل ہو اگر متعلق مرکب مذکور ہے تو مرکب ضرور عالم فنا تک پہنچ جائیگا۔ مگر یہہ واضح رہے کہ متعلق ہونا کسی خارجی چیز کا ضروری نہیں ہو۔ کبھی خود بخود نظام سے بگڑ کر فنا ہو جاتا ہو۔ اب ماسٹر صاحب کی تقریر کا یہہ خلاصہ ہوا کہ جہان موجودہ حالت میں فنا نہیں ہوتا اور قدیم ہو۔ کیونکہ مرکب نہیں ہے جو کچھ ہو روح اور پرکرتی ہو۔ اب میں مانتا ہوں کہ میرا سوال کرنا بیجا ہو جیسا کہ ماسٹر صاحب فرماتے ہیں۔ مگر ماسٹر صاحب آپ نے سائنس کو مدنظر رکھا لیکن یہہ نہ سوجھی کہ میری سائنس تو ویدوں کی ادھیڑ بن کر رہی ہو۔ ہاں یہہ تو ہو سکتا ہو کہ ماسٹر صاحب کو وید منتر بھول گئے ہونگے لیکن یہہ تو نہیں بھولتا کہ ہر روز آپ کے وطن شریف میں۔ تقریباً پچاس آدمی پلیگ کے ذریعہ اپنی حالت موجودہ سے بگڑ کر۔ عالم فنا کو جارہے ہیں۔ اور ماسٹر صاحب نے جو حصر بیان کیا ہو۔ کہ دنیا فقط روح اور مادہ کا نام ہو۔ اور ماسوا اللہ یعنے خدا کا غیر فقط روح اور مادہ خدا کا غیر ہو ماسٹر صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہہ نکلا کہ ماسوا روح اور مادہ کے جو مجموعہ ان دونو کا ہو وہ خدا کا عین ہے مثلاً انسان ایک مجموعہ روح اور مادہ کا ہو ماسٹر صاحب

کی تقریر کے موافق خدا کا عین ہو۔ کیونکہ ہم انسان کو فقط روح نہیں کہہ سکتے اور نہ مادہ کہہ سکتے ہیں اور نہ ہر واحد روح اور مادہ سے کسی کا نام انسان رکھ سکتے ہیں بلکہ انسان مجموعہ کا نام ہو۔ مثلاً چارپائی کے ہر ایک حصہ کو چارپائی نہیں کہہ سکتے پس ماسٹر صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہہ نکلا۔ تمام افراد موجودات خدا کا عین ہو۔ کیونکہ خدا کے غیر کو ماسٹر فقط روح اور مادہ مین بند کرتے ہیں۔ حالانکہ تمام دنیا روح اور مادہ نہیں ہو بلکہ انکا مجموعہ ہو۔ اور اس مجموعہ ہی کا نام ماسوا اللہ ہو۔ نہ اُس کا نام جو ماسٹر صاحب کی تقریر سے ثابت ہوتا ہو جو کہ ماسٹر صاحب نے میرے سوال کا مطلب نکالا کہ ماسوا اللہ روح اور مادہ کا نام ہے اور سوال یہہ ہوا کہ روح اور مادہ کو خدا نے کس چیز سے پیدا کیا (الخ) ماسٹر صاحب میرے سوال کا مطلب یہہ نہیں ہو بلکہ یہہ مطلب ہو کہ دنیا جسکو ماسوا اللہ کہتے ہیں خواہ روح ہو یا مادہ یا ان دونوں کا مجموعہ ہو کس چیز سے خدا نے پیدا کیا۔ پس اتنے میں میر مجلس سے اعلان ہوا کہ وقت ختم تو مجبوراً بیٹھنا پڑا مگر بیٹھنے سے پہلے حاضرین مجلس سے یوں عرض کیا کہ صاحبان ماسٹر صاحب کی دو باتیں باقی ہیں ایک ترتیب کے معنے۔ دوسرا روح اور پرکرتی کی غیر مخلوق اور قدیم اور ازلی ہونا۔ اگر پھر موقع ملا تو میں معروض خدمت کرونگا میں بیٹھا اور پنڈت صاحب کھڑے ہوئے ؛

(باقی آیندہ بہ بہ ناظرین ہوگا)

راقم

فدوی نور محمد متلاشی مسیحی مذہب از ڈیرہ غازیخان مشن
ہاسپٹل ساکن ضلع مظفرگڈھ
کیمبر

ریوایول

اِس مضمون پر آج کل بڑا چرچا ہو رہا ہی۔ اِس میں شک نہیں کہ ریوایول کی ضرورت اِس ملک میں بہت سی محسوس ہونے لگی ہو۔ یہہ مناسب ہو کہ ہم پہلے اس حقیقت کو بخوبی ذہن نشین کریں کہ ریوایول کسکو کہتے ہیں؟ ریوایول کے لغوی معنے ہیں از سر نو زندگی کا بحال ہونا یا تازہ ہونا۔ اصطلاحاً اِس کے معنے میں بہت سی وسعت ہوگئی ہو۔ سوشل۔ ملکی۔ تمدنی معاملات میں نئی زندگی ڈالنے کو بھی ریوایول سے تعبیر کیا جاتا ہی۔ لیکن ریوایول کا صحیح اطلاق مذہب ہی سے ہو۔ دلمیں خالص اور حقیقی مذہب یا دینداری کا پیدا ہونا ہی۔ یہہ کام خدا ہی کی طرف سے دلمیں پیدا ہوتا ہی۔ حقیقی دینداری علم الٰہی کے مطالعہ سے پیدا نہیں ہوتی اور نہ ہی رسومات کی ادائیگی سے حقیقی دینداری کا نشان ہمارے دلمیں یہہ ہو کہ آیا ہم خدا کی محبت کو دوسری چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں یا نہیں اور اسکو ہی مقدم سمجھا ہی یا نہیں۔ جب یہہ محبت دلمیں پیدا ہوتی ہو۔ وہاں صحیح دینداری کا آغاز ہوتا ہی۔ اور جس دلمیں یہہ محبت موجود نہیں وہاں دینداری شروع نہیں ہوئی ہے۔ خدا ہی اس محبت کو دلمیں پیدا کرتا ہے۔ علاوہ اس کے یہہ خدا کی محبت دلمیں پیدا ہوکر بھی ضائع ہونے لگجاتی ہو۔ رسولی خطوں میں روح کی تین تحریکیں ہماری طرف مخاطب کی گئی ہیں۔ پہلی تحریک یہہ ہو کہ روح کا مقابلہ نکرو یہہ اُن سے مخاطب ہو جو مسیحی نہیں ہیں۔ پھر مرقوم ہو کہ روح کو رنجیدہ نکرو یہہ مسیحیوں سے مخاطب ہو اور اُسوقت مخاطب ہوتی جب ہم روح کو اپنے دلونمیں بیٹھنے تو ہیں مگر پوری پوری جگہ نہیں دیتے اور دل کے بعض گوشوں کو تاریک رکھنا ہی پسند کرتے ہیں۔ اور پھر یہہ بھی مرقوم ہو کہ روح کو نبجھاؤ یہہ بھی مسیحیوں سے مخاطب ہو۔ ہمارا دنیا میں بے پھل رہنا روح کا بجھانا ہی؛ اسی لئے یہہ دعا کی جاتی ہو کہ اے خداوند تو ہمکو پھر تازہ کر۔ دنیا میں رہکر ہمارے جذبات اور ارادے خدا کی محبت سے پھر کر دنیا کے نفع و نقصان کو ڈھونڈنے لگ جاتے ہیں اور ہمکو دنیادار بنا دیتے ہیں۔ اِس بُرے اثر کا مٹانا ریوایول کا کام ہو اور جہاں ریوایول کا کام ہو اور جہاں ریوایول شروع ہوا وہاں خدا کی محبت پھر تازہ ہوگی جو اپنے بھاری اثر سے نفسانی غلبوں کو مٹا ڈالیگی اور اپنی تیز شعاؤں سے دنیاداری کے سایہ کو رفع کردیگی۔ آیندہ مضمون میں ہم ریوایول کے متعلق ناظرین سے مخاطب ہونگا؛

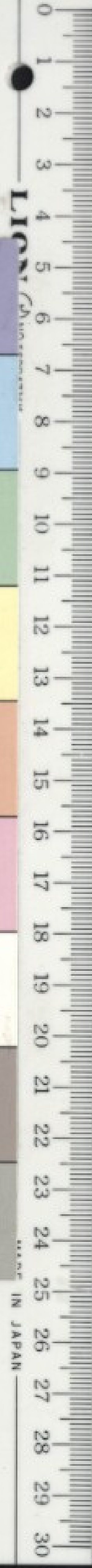
ایچ گولک ناتھ

پاداشِ نیکی بدی باشد

جناب اڈیٹر صاحب نورافشان

تسلیم آپ کے اخبار گوہر بار مطبوعہ ۱ جون سنہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۹ و ۱۰ میں جو مضمون آپ کے کسی نامہ نگار نے تحریر فرمایا ہو۔ اس کے اعلے حصے پر میں بھی کچھ عرض کرتا ہوں براے مہربانی شائع کرکے مشکور فرما دیں؛

مسٹر ش۔ نے خامہ فرسائی کرتے ہوئے اصلی مدعا کو برطرف کرکے مہمل سا بیان لکھکر مضمون کو پھیکا کر دیا ہو۔ آپ قلم چلاتے ہوئے اور عقل دوڑاتے ہوئے۔ خادم الدین صاحبان پر آ ٹھہرتے ہیں۔ اونا حق بچارے مسیحیوں پر داو ملا کرتے اور اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک فرضی خط درج کرکے ناظرین پر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ایک پادری صاحب نے بچارے ڈیوڈ بوٹ میکر کو ٹھوکر کھلائی نہ معلوم ڈیوڈ کیوں ایسا کمزور ایمان اور اندھا دھن



چلنے والا ہو کہ یونہی بچوں کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہو۔ کیونکہ اگر کوئی شخص روشنی میں اور دیکھ کے چلے تو ہرگز ٹھوکر نہیں کھاتا۔ بھائی خادم الدین ٹھوکر کبھی نہیں کھلاتے۔ بلکہ ہماری نگہبانی کرتے ہیں۔ لیکن ہم خود بے پرواہی سے ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ کیا وہ پادری صاحبان جو بڑی محنت اور شفقت سے ہمکو غیر قوموں سے مسیح کے پاس لاتے ہیں ہمیں ٹھوکر کھلاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی خود نہلائے جانے کے بعد بھی کیچڑ میں لوٹے تو اُنکا کیا قصور؟ پادری صاحبان اور دیگر مسیحیوں نے جو سلوک ڈیوڈ اور نتھانیل کے ساتھ کئے وہ واقعی قابل تعریف ہیں۔ جان و مال سے اُنکی مدد کی بہت سے خطروں سے انہیں بچایا لیکن آخر خسارہ اٹھایا۔ اور ڈیوڈ کی کرتوتیں تو لکھنے کے لائق ہی نہیں۔ جو کام اُسنے گورداسپور۔ گجرات اور لائل پور میں کئے اور جیسا نمونہ دکھایا اگر خدا ہی اپنے مسیحی دین کا محافظ اور مددگار نگہبان نہ ہوتا تو ڈیوڈ نے تو کسر نہ چھوڑی تھی۔ تسپر بھی مسیحیوں نے اُسکو بہت کچھ سمجھایا بجھایا لیکن یہہ وہ نشہ نہیں جسے فرشتے اُتار دے!

اگر کچھ عقل رکھتا تو اب ہی جب لائل پور گیا تھا سنبھل جاتا اسکو کچھ روپیہ پیشگی دیا گیا اور چندہ بھی کانپور سے منگوا دیا گیا۔ لیکن یہہ صاحب ایک ہی ماہ میں اپنی اصلی حالت پر آ گئے اور بغیر روپیہ واپس کئے اور چندے وغیرہ کا حساب دیئے بغیر رسید نہ معلوم کہاں اُڑ گئے۔ اب بیچارا اُسکو روپیہ اور چندہ دینے والا کیا کرے۔ بہتر ہے کہ اب وہ اپنا فیصلہ جلدی کر لیوے ورنہ . . . . جب تک کوڑی کوڑی نہ ادا کرے۔ لیجئے یہہ تو آپ نے ڈیوڈ کا مختصر سا حال ہے۔ اور الزام بچارے مسیحیوں اور خادم الدینوں پر۔ آپ سے جو کہ اُس کے خیرخواہ ہو عرض ہے۔ کہ از راہِ خیرخواہی اسکو سمجھا دیویں کہ اب بھی وقت ہے۔ اپنی کرتوتوں سے توبہ کرے۔ ورنہ پھر پچھتاویگا خاک اُڑاویگا۔ اور دست حسرت ملتا رہ جاویگا۔ باقی پھر کسی موقع پر اگر ضرورت ہوگی۔ عرض کرونگا۔ فقط

راقم

دونوں کا واقف بہش

از گجرات

وقائع و واردات

اخبار پائونیر نے افغان ترکستان کی خبر شائع کی۔ یہاں کے گورنر سردار غلام علی جان صاحب ہیں جو کہ امیر عبدالرحمٰن خان مرحوم کے فرزند سوم ہیں صاحب امیر کابل سے چھوٹے سردار نصراللہ خان ہیں اور اُن سے اُتر کر تیسرے بھائی یہی سردار غلام علی جان صاحب ہیں۔ خبر ہے کہ انہوں نے اپنے علاقہ کے سرحدی مقام مزار شریف کی جنگی قلعہ بندیوں کی طرف غیر معمولی توجہ منعطف فرمائی ہے۔ انکے لئے اور بہت سا توپخانہ کابل سے طلب کیا ہے اور نیز یہاں کی فوج قلعہ گیر کے واسطے بریچلوڈنگ رائفلیں بھی منگوائی ہیں۔ بہتر رائفلوں کی بدولت قلعہ گیر فوج کی طاقت بہت بڑھ جاویگی۔ سردار صاحب کا ملکی انتظام بہمہ وجوہ طمانیت بخش ہے۔ انہوں نے مالیہ ارسال کیا وہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اس خوش انتظامی کے زور سے سردار غلام علی جان نے امیر صاحب کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ وہ جو کچھ سامان چاہتے ہیں شوق سے روانہ کیا جاتا ہے۔ یہاں مزار شریف میں جو عظیم خندقیں امیر عبدالرحمٰن خان صاحب مرحوم کے زمانہ میں زیر تعمیر تھیں جنپر لاکھوں روپیہ اب تک خرچ ہو چکا ہے وہ بھی اب سرعت سے قریب الاختتام ہیں۔ یہہ حفاظت کیلئے بہت کارآمد ہونگی۔ سردار صاحب نے جنگی تیاریوں کی سرگرمی میں جان ڈالدی ہے اس سے کچھ بجز جہاد مقصود نہیں ہے۔

گرجن اینڈیوں کا

ذاتی اور خاندانی تعصب اور غرور

جولائی ۱۸۔ اسکی جڑ گھمنڈ ہے۔ ایوب ۱۲:۲۱-۱۷

" ۱۹۔ خاندانی مغروری۔ زبور ۴۹:۱۱-۱۲

" ۲۰۔ خدا اس سے نفرت کرتا ہے۔ امثال ۱۶:۵ و ۱۸ و ۱۹

" ۲۱۔ بڑے عہدہ کا لالچ۔ لوقا ۲۲:۲۴-۲۷

" ۲۲۔ اس تکبر میں بے رحمی پائی جاتی ہے۔ زبور ۱۰:۲-۶

" ۲۳۔ انکسار قابل تعریف ہے۔ لوقا ۱۴:۷-۱۱

" ۲۴۔ ہم کیونکر ذاتی اور خاندانی مغروری اور تعصب کو دور کریں یعقوب ۲:۱-۹۔ متی ۲۳:۸-۱۲۔

اسمضمون کا اصل مطلب یہہ ہے کہ بہت ایسے بھی ہیں جو کسی نہ کسی وجہ سے اپنے اگلے بھائیوں سے بہتر سمجھکر اُن سے علیحدہ رہنا چاہتے ہیں۔ اُنکے ساتھ کھانا پینا نہیں پسند کرتے بلکہ یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ عشائے ربانی میں اُنکے ساتھ شامل شریک ہوتے ہیں اور جب ہوتے بھی ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ اُن سے پیشتر پیالہ خود لے لیں اس مغروری کے نہایت بُرے نتیجے ہوتے ہیں نااتفاقی اور خدا کے کام کا بگڑ جانا مسیحیوں کے دلونمیں غصہ اور رنج کا پیدا ہو جانا روحانیت کا کم ہو جانا۔ ایسی ایک مغروری یا تعصب کا ایک سبب یہہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ہی ذات کا گھمنڈ نہیں کرتا بلکہ اپنے خاندان کا فخر کرتا ہے بعض پادری کے عہدہ پر پہنچنے کی وجہ سے مغرور ہو جاتے ہیں۔ یہہ خیال نہیں کرتے کہ جو اپنے آپکو اونچا کرتا ہے نیچے کیا جائیگا۔ اس بات کو بھی بھول جاتے ہیں کہ مسیح میں سب برابر ہیں سب بھائی ہیں۔ یہہ ہماری کلیسیا کا ایک بدبخت مرض ہے کیا علاج ہو سکتا ہے؟ پہلے ہم اپنی نالائقی اور گناہ آلودہ حالتکو محسوس کریں اور یاد رکھیں کہ مسیح نے سب کیلئے جان دی

پھر خدا کے حکم کو مدنظر رکھیں کہ جنکو خدا نے پاک ٹھہرایا ہی اُنہیں تم حرام نہ کہو چاہئے ہم ترقی کیلئے دعا مانگیں اور اُسکے سامنے نیت باندھیں کہ ہم کسی بھی سے کسی طرح کا پرہیز نہیں کرینگے ؛

دہیکی دینا مِن تصنیف پادری برکت مسیح

ایسے ادا کرنیمیں کلیسیا کی مضبوطی ہی جو کلیسیا دہیکی ادا کرتی ہی وہ آسانی سے اپنے پاسٹر اور استاد رکھ سکتی ہی اُسکے ادا کرنیمیں ہماری دعاؤں کی مقبولیت ہی ۔ ادا کرنیکا طریقہ ساری دہیکیوں کو میرے گنجینے میں لاؤ ۔ اگر لوگ سوال پوچھتے ہیں کہ دہیکی کسکو دیجاوے اسکے جواب میں تو قضیوں ۱۴: ۲۶ پر غور کریں اپنے گھروں میں خدا کیلئے خزانے بنا دیں اپنی آمدنی کی دہیکی نکالکر الگ گھر میں رکھیں اور پھر جہاں ضرورت ہو خدا کے جلال اور اُس کے کام کے لئے خرچ کریں اسکی تعلیم کی بہت ضرورت ہی کلیسیاؤں میں زور کیساتھ اسکے دینے کے فائدے اور ادا کرنیکے خطرے ہمیشہ سناتے رہیں ہمکو اسکی تعلیم دیجاوے ۔ اسمضمون پر وقت بوقت کانفرنسیں ہونی چاہئیں خداوند کے خادموں اور مشنریوں اور استادوں کو نمونہ ہونا چاہئے ؛ اور ہر ایک کرسچین انڈیور سوسائٹی میں ایک ایسی کمیٹی ہونی چاہئے جو دہیکی دینے کے لئے لوگوں کو ترغیب دیا کرے اور اسبات کے لئے ہمیشہ دعا مانگنا اور سستی نہ کرنا ضرور ہے ؛ خدا آپ ہمارے اس کام پر برکت بخشے ۔ آمین ۔ برکت مسیح ؛

کل خط و کتابت پادری ۔ ٹی ۔ گرہیم ۔ بیلی وزیر آباد سے کرنی چاہئے ؛

۲ ضرورت

ہمیں گرلس مڈل سکول پٹیالہ کے لئے ایک زنانہ ٹیچر کی جو کہ بیوہ ہو مشاہرہ دس روپیہ ماہوار ضرورت ہی اور جو کہ بخوبی انگریزی تک اُردو گرمکھی ہندی میں بخوبی تعلیم دے سکے ۔ زنانہ ٹیچر کی عمر تیس اور چالیس برس کے مابین ہونی چاہئے ؛

المشتہر

مس سوفٹ صاحبہ ولڈر نیس پٹیالہ ریاست پنجاب

۲ معذرت نامہ سقراط ،

اس کتاب میں وہ معذرت ہی جو سقراط نے اُن الزاموں کے جواب میں عدالت کے درمیان کی جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ ملزم قرار دیا گیا ۔ یہہ کتاب ناول کے طور پر بڑی دلچسپ طرز میں افلاطون کی لکھی ہوئی ہی ۔ اسکو مشتہر نے اصل یونانی سے معہ انشرو ڈکشن اور نوٹس کے سلیس اور بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیا ہی ۔ قیمت عوام سے ۸ / معہ محصول ڈاک اور طلباء مدارس و مشنری سے ۶ / بلا محصول ڈاک نقد قیمت بھیجنے پر یا قیمت طلب پارسل کے حکم آنے پر فوراً بھیجی جائیگی اگر ناظرین اس کتاب کی قدر کرینگے تو امید واثق ہی کہ افلاطون کے دیگر مکالمات کا ترجمہ بھی ہو کر وقتاً فوقتاً ہدیہ ناظرین ہوتا رہیگا ؛

المشتہر

پال کیول سنگھ امریکن مشن احاطہ لودیانہ

پریسبٹیرین بیواؤں و یتیموں کا فنڈ

اطلاع دیجاتی ہے

کہ پریسبٹیرین بیواؤں و یتیموں کے فنڈ کی حالت نہایت عمدہ و ترقی پذیر ہے ۔ تجربہ کار صاحبان کی طرف سے اس بات پر حکمتانہ شہادت ہے ستائیس برس کے اندر اس فنڈ نے قریباً ستر ہزار روپیہ خرچ کر کے پنشن دیدیا ہی اور اس وقت سرکاری نوٹ کے ذریعہ سے قریباً چالیس ہزار روپیہ بطور پونجی رکھا ہوا ہی ۔ کوئی اور پنشن فنڈ ایسے سستے طور سے بیمہ نہیں دیتا اس ملک ہند کا ہر ایک مسیحی اپنی بیوی بچوں کے لئے پنشن کی تجویز کر سکتا ہی جس کسی کو چاہئے منیجنگ ڈائرکٹر خوشی سے اس فنڈ کی بابت پوری خبر دینگے ؛

درخواست کی جاتی ہی کہ جو اس فنڈ میں شریک ہوں اُن دوستوں کے نام اور پتہ جنکو وہ اس فنڈ میں شریک کرنا چاہتے ہیں ڈائرکٹر صاحب کے پاس بھیجیں ؛

المشتہر

پادری والٹر جے ۔ کلارک منیجنگ ڈائرکٹر
سہارنپور

دستور العمل نور افشان

قیمت سالانہ اہل شہر سے اخبار بغیر ضمیمہ ۲ معہ ضمیمہ ۳
قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک ۲/۸ ۳/۸
قیمت ہر حالت میں پیشگی لیجائیگی ؛

شرح اجرت اشتہارات

مقدار اشتہارات	سہ ماہی	ششماہی	سال تمام
چوتھائی کالم	ہیے	ے	عہ
نصف کالم	ے	عہ	ہیے
پورا کالم	عہ	[illegible]	[illegible]
پورا صفحہ	ہ	حہ	لہ

ایک دفعہ کے لئے فی سطر کالم ۲ لیکن ایک روپیہ سے کم کسی اشتہار کے لئے نہ لیا جائیگا ؛

نوٹ

نامہ نگار اپنی اپنی تحریروں کے آپ ذمہ دار ہیں ؛

سنڈے سکول سبق

قیمت سالانہ پچاس پرچہ تصویر دار سنڈے سکول بلا محصول عہ
معہ محصول عیہ
قیمت سالانہ آٹھ کاپی سبق سنڈے سکول حہ

پادری ای ۔ ایم ۔ ویری صاحب ڈی ۔ ڈی ۔ ایڈیٹر و منیجر نور افشان کیواسطے مشن پریس لودیانہ میں ابراہیم سالکی کے اہتمام سے چھپا